شیخ الاسلام
مولانا مدنیؒ
منظوم
مصنف
انور صابری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانح شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ

منظوم

سوانح منظوم سیف اللہ

۱۳۷۷ھ

محبِّ مولیٰ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

۱۹۵۷ء

مرحوم تکیہ گاہِ نسبتِ مخدوم رحؒ

۱۹۵۷ء

مصنفہ

علامہ انور صابری

صابری بکڈپو۔ دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ یو۔پی
(انڈیا)

ناشر و مرتب

اظہر صابری

مالک صابری بک ڈپو۔ دیوبند (یو۔پی)

تعداد ———————— ۱۰۰۰

قیمت مجلد مع ڈسٹ کور ایک روپیہ آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

صابری بکڈپو۔ دیوبند۔ ضلع سہارنپور یو۔پی

حدیثِ دل

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا

جسدِ مبارک اب سے چار سال پہلے سپردِ خاک ہو چکا، لیکن ان کی روحانی تجلیاں

ابدی انداز کے ساتھ آج بھی ضیا بارِ قلوب ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

سے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ تک جو سفرِ حریت طے ہوا مولانا مدنیؒ اس کے آخری

میر کارواں تھے۔ ان کی زندگی، ان کا اخلاق اور ان کے اوصافِ مجاہدانہ تاریخِ

علم و عمل کے صفحات پر زندۂ جاوید ہوں گے۔ دیوبند کے گہوارۂ علوم نے ان کی

علمی ربوبیت کی۔ حرمِ نبوی کے دامن میں ارتقائے روح کی منازلِ بلند نے اُن کا

استقبال کیا۔

مالٹا کے در و دیوارِ زنداں کا سازِ ایثار انھیں نغمۂ صبر و رضا سناتا رہا۔ جب

اپنے ان پر دشنام طرازی کرتے تھے تو وہ نانا کی تکمیلِ سنت پر فخر فرماتے تھے اور

جب بیگانے نشانۂ ظلم و ستم بناتے تھے تو وہ قرنِ اولیں کے دورِ ابتلاء و آزمائش

کا سوالیہ نشان اپنے جوابِ خلوص سے ثبت کرتے جاتے تھے۔

میں نہ ان کا شاگرد ہوں نہ مرید۔ لیکن جو ربطِ دوام ان کی ذاتِ گرامی سے

وابستہ ہو چکا ہے وہ عالمِ نزع تک ساتھ رہے گا۔ اور امید ہے قیامت میں بھی

موجبِ نجات ہوگا ــــــــ شب میں مصلے پر سجدہ گذاری اور دن میں استعمارِ فرنگ کے خلاف جہاد کی تیاری ان کے مشاغل کار کا اعلیٰ عنوان تھے۔

نانوتویؒ ذکاوت، گنگوہیؒ ہدایت اور محمودیؒ شجاعت کے اجزاء سے ان کا خمیر آرزو بنا تھا۔ اس لئے جب تک مادّی دنیا میں موجود رہے ان کے سامنے وہی کام تھا جس کے لئے اسلاف کا اسوۂ حسنہ رہبری فرما چکا تھا۔

انھیں دیکھ کر صحابہؓ کی حکایات مجسم شکل میں نظر آجاتی تھیں۔ اسے میرے عقیدے کی خرابی کہہ لیجئے یا عقیدتِ شیخؒ کا والہانہ ذوق کہ میں اب بھی ان کے جلووں سے بہرہ مند ہوں۔ وہ اب بھی میرے روبرو ہوتے ہیں اور اسی انداز سے پیش آتے ہیں جس طرح ۱۳۷۶ھ سے پہلے ان کا معمول تھا۔ فرق صرف خواب و بیداری کا ہو سکتا ہے مگر میں اس فرق کو فرق سمجھتا ہی نہیں۔

ان کے سینہ میں حضور مخدوم پاکؒ کی نسبت کا جو عارفانہ مقام تھا میری نگاہوں نے کہیں کم ہی دیکھا ہے۔ وہ بیک وقت عالمِ دین بھی تھے۔ مجاہد وطن بھی۔ منکسر مزاج انسان بھی تھے اور فرشتہ خصائل درویش بھی۔

اجمیر شریف کی ایک حاضری کے وقت ان کی "حضوری" کا جو روح نواز نظارہ میرے ساتھ متعدد لوگوں نے دیکھا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خواجۂ بزرگ اپنے ایک مخصوص حلقہ بگوشِ نسبت سے زبانِ راز میں گفتگو فرما رہے ہیں اور سننے والا انظر پر حیرت بنا

مشاہدۂ حقیقت کی راہ طے کرتا جارہا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں پرنم تھیں۔ عارضِ روشن پر جمال یار کی تابانیاں

اس حالت تقرب میں انہوں نے کیا کچھ عرض کیا اور کیا کیا جوابات حاصل کئے۔

شاہجہانی مسجد کی تقریر کا ہر جملہ اس کی وضاحت کر گیا۔

بسا اوقات ملاقاتوں میں اس راز کو آڑ بنا کر میں ان کی روح کو گدگدا دیتا تھا

وہ مسکراہٹوں کے موتی بکھیرتے تھے اور میں دامان نظر میں انھیں چن چن کر اپنے تاجِ

تفاخر کی زینت کا سامان مہیا کرتا تھا۔

وصال سے غالبًا دو سال بعد رویائے حسین کی خاموش خلوتوں میں ارشاد ہوا

"کچھ سناؤ" میری زبان سے بے ساختہ نکلا آپ کی سوانح حیات نظم کر دی ہے اسے

سن لیجئے۔ ——————

اللہ کا احسان ہے کہ وہ خواب مکمل روپ میں وجود آشنا ہو چکا ہے۔ اور

حضرتؒ کی سوانحِ عمری کا وہ منظوم فیض جو مجھ پر نازل ہوا اس سے آپ بھی بالیدگیِ

روح میں مدد لے رہے ہیں۔

آپ داد دیں یا نہ دیں، حضرتؒ کی دعائیں میرے لئے فلاح دارین کا انشاءاللہ

موجب ہوں گی۔ مجھے خوشی ہے کہ برادر محترم مولانا اسعد صاحب نسبی فرزندی کے

ساتھ ساتھ حضرتؒ کی روحانی فرزندگی کا بھی حقیقی حق ادا کر رہے ہیں ——————

میں اس سوانح عمری کو انھیں کی صلاحیتِ معرفت کی نذر کرتا ہوں۔

دہلی - ۱۰ر جنوری ۱۹۶۲ء ——— انور صابری

تاریخ جانشینی برادرِ محترم مولانا اسعد صاحب

بظاہر اجل کی بدولت جہاں میں

نہاں آفتابِ طریقت کی ضو ہے

بباطن حرم خانہ شمع دیں میں

اب اسعد، چراغِ محمدؐ کی لو ہے

۱۳۷۷ھ

انور صابری

عقیدت کے چند پھول

میں کیا اور میری بساط کیا کہ ایسی ذات کے بارہ میں اپنی عقیدت کے جذبات پیش کروں جسکی سیادت اور قیادت کی شہرت دنیائے اسلام کے ہر زاویہ و گوشہ میں اپنا جاوید نشان رکھتی ہے۔ یعنی شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔ جس نے اپنی اکیاسی سالہ زندگی میں اگر چمنستانِ روحانیت کو تازگی بخشی اور علم کے سبزہ زاروں کو سینچا سیاسی دنیا کو صبر و استقلال، متانتِ فکر، اصابتِ رائے، یقین محکم اور جہد مسلسل کا سبق دیا تو مذہب کو ایک نیا جوش اور نئی امنگ بھی عطا کی اور دین کے مینارہ کو بلند کیا۔

البتہ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ سے تلمذ و ارادت کے باعث اور شاعر انقلاب قبلہ علامہ انور صاحب صابری سے رشتہ نسبی کے سبب جرأت کی کہ حضرت شیخؒ کی زندگی سے جو لوگ قریب تر رہے ہیں وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ حضرت شیخؒ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جس میں مشاغل کا سلسلہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک جاری نہ رہتا ہے اسفار کی کثرت پیرانہ سالی جیسے موقع بھی پابندی و ایفاء وعدہ کو نہ روک سکی۔

درس و تدریس بجائے خود ایک مستقل اور مسلسل کام تھا، مگر اسکے علاوہ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ کا اکثر حصہ ملکی، قومی، سیاسی مسائل و معلومات کے لئے نذر کر رکھا تھا۔ ان ازلی کمالات کی وجہ سے حضرت شیخ رہ کے لاکھوں جاں نثاروں کی تعداد نہ صرف علم و حکمت کے میدان میں پائی جاتی ہے، بلکہ رشد و ہدایت کے عظیم صحرا اور سیاست کے وسیع تر بیابان میں بھی ملتی ہے۔ ——— چنانچہ صابری صاحب دیوبندی بھی ان ہی عقیدت کیشوں میں سے ہیں جنھوں نے حضرت شیخ رہ کو سیاست کا امام مانتے ہوئے ملکی تحریکاتِ آزادی کے لئے مہم جنگ میں کئی بار یوسفی جامہ زیب تن فرما کر امارت کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔

نیز انھوں نے صابری رشتہ کے پیشِ نظر حضرت شیخ رح کو طریقت کا مقتدا جانا۔ چنانچہ صابری صاحب کے دل میں حضرت شیخ رح سے جو جذباتِ عقیدت ہیں، صحیح جذبہ، والہانہ الفت اور سچی عقیدت ہے، ان کا اظہار ان کی نظموں میں بکثرت ملتا ہے جو تحریکات میں انتہائی سوز و گداز کیساتھ صابری صاحب نے کہی ہیں ——— فدوی کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں رہنے کے مواقع دستیاب ہوتے رہے، اس لئے اکثر دیکھنے میں آیا کہ جب کبھی صابری صاحب حضرتِ شیخ رح کے دربار میں حاضری کا شرف پاتے اور حضرت شیخ رح سے والہانہ انداز میں عرض و نیاز پیش کرتے تو حضرت شیخ رح انتہائی مسرور ہوتے ——— اکثر دیکھا گیا کہ حضرت شیخ رح اگر کسی مسئلہ کو سوچ رہے ہیں اور نگاہ دور رس عواقب کا معائنہ کر رہی ہے۔ اچانک صابری صاحب کی مبارک مجلس میں تشریف آوری اور شگفتہ کلامی کی پیش کش حضرت شیخ رح کی تمام تر توجہات کو اپنی طرف مبذول کرا لیتی ——— آداب نیاز کے ساتھ ساتھ خوش طبعی کے نازک لطیفے حضرت شیخ رح کو بہت زیادہ محظوظ کرتے۔ صابری صاحب حضرت شیخ رح کو طریقت کا امام اور مستجاب الدعوات جانتے ہوئے عرض کیا کرتے کہ "حضرت میرے لئے رزق اور عملِ نیک کی دعا بھی آپ فرماتے ہیں؟" ——— ارشاد ہوتا "ہاں! دعا میں یاد رکھتا ہوں"۔

صابری صاحب کا حضرت شیخ رح سے یہ تعلق نہایت یکسانگی سے چلتا رہا۔ یہانتک کہ حضرت شیخ رح نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور حضرتِ شیخ رح کی صورت ہم سے یکسر جدا ہو گئی۔ تو جہاں اور شاعروں وادیبوں نے حضرتِ شیخ رح کی شان میں مراثی اور منقبتیں لکھیں، ان سب میں صابری صاحب کے کلام میں اسی سابقہ والہانہ تعلق کا جلوہ نظر آتا ہے ——— اور اب آخر میں حضرت شیخ رح کی یہ منظوم سوانح ایسی جامع اور پر سوز ہے کہ اس کا ہر ہر شعر حضرت شیخ رح کی پاک زندگی پر ایک درس ہے ——— خداوند قدوس صابری صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین! ———

احقر خاکپائے شیخ الاسلام شمیم احمد

ناظم جمعیۃ علماء، دیوبند ——— مدرس دار العلوم دیوبند

۷۸۶

شجرۂ مبارک چشتیہ صابریہ رشیدیہ حسینیہ قدس اللہ اسرارہم

سورۂ الحمد پڑھ پھر تو خدا کا نام لے
اوجِ عرفاں کے لئے خیر الوریٰ کا نام لے

بابِ علمِ مصطفیٰ سے فیض پانے کیلئے
فاتحِ خیبر علیؓ مرتضیٰ کا نام لے

جس سے ملتا ہے سکونِ روح کا اونچا مقام
اُس حسن بصریؒ امام الاولیاء کا نام لے

نفس میں پاکیزگی کا شوق رکھتا ہے اگر
عبدِ واحدؒ متقی و پارسا کا نام لے

فضلِ ربانی کی حسرت ہے تو با اخلاصِ دل
شہ فضیلؒ ابنِ عیاضِ مقتدا کا نام لے

دینِ ابراہیمؒ کے عرفانِ کامل کے لئے
شاہِ ابراہیم دیں کے پیشوا کا نام لے

قرنِ اوّل کے خلوصِ زندگی کے واسطے
تو حذیفہؒ اور ہبیرہؒ کی وفا کا نام لے

خواجہ ممشادؒ کو جس نے بنایا فخرِ عشق
حضرتِ اسحاقؒ شامی کی دعا کا نام لے

احمدؒ ابدال کا پیدا ہو جس سے ربطِ روح
اس محمدؒ محترم کانِ سخا کا نام لے

جو ابو یوسفؒ کو کردے صاحبِ مودودؒ عشق
اس شریفِ زندنیؒ روحِ بقا کا نام لے

خواجہ عثمان ہارونیؒ کا لیکر نامِ پاک
مرشدِ عالم معینؒ اصفیا کا نام لے

چاہتا ہے تو اگر ہو بختیارِ کاملین
شہ فریدالدینؒ شکر گنجِ ہدیٰ کا نام لے

سینۂ مخدوم علاؤ الدین علی احمدؒ کا نور
جس میں ہے اس شمسؒ دینِ کبریا کا نام لے

جس کے آئینہ میں ہے روئے نبوت کا جمال
اس جلال الدینؒ کبیرالاولیاءؒ کا نام لے

جذبۂ مخدوم عبدالحقؒ کی نسبت کے لئے
احمدِ عارفؒ مجسم مقتدا کا نام لے

عبدِ قدوسؒ و مکرم کو قطب جس نے کہا
اُس محمد عارفؒ حق آشنا کا نام لے

ہے جلال الدینؒ تھانیسر کا جو نورِ نگاہ
اُس نظام الدینؒ بلخی رہنما کا نام لے

جس سعیدِ حق کا ہے پرتو محب اللہ کی شکل
اس محمدی محمد پیشوا کا نام لے

شاہِ عضدالدین مریدِ عبدِ ہادی کی قسم
عبدِ باری بنکے فخرالانبیا کا نام لے

کعبۂ ایمان و عرفاں ہے رُخِ عبدالرحیم
نقشِ ایثارِ شہیدِ کربلا کا نام لے

جلوۂ نورِ محمد کا ہے جس میں عکسِ جاں
تو اسی امداد اللہ کی ادا کا نام لے

ہے حسین احمد میں جس کا خاکہ حسن رشید
اس محمد کے چراغِ باضیا کا نام لے

دین و دُنیا میں سعادت کی تمنا کے لئے
شجرۂ پاکِ قرونِ اولیاء کا نام لے

سوانح شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

بہت دِن سے ارادہ تھا یہ کارِ خیر کر ڈالوں
عقیدت کے گلوں سے دامنِ امّید بھر ڈالوں

کروں ذکر اس مجاہد - مردِ حق - پیرِ طریقت کا
جسے بخشا گیا تھا فخر عرفانِ حقیقت کا

تھا منشائے نبوت کے مطابق علمِ دیں جسکا
مجسّم آفتابِ عشق تھا روئے مبیں جسکا

کلام اللہ کے اسرار جس کے خضرِ ایماں تھے
شرافت۔ خُلقِ کامل زندگی کے جس کی عنواں تھے

علیؓ کے گھر سے ورثہ میں محبت جس نے پائی تھی
براہِ راست جس کی سبز گنبد تک رسائی تھی

جسے جانِ رشیدؒ و قاسمؒ و محمودؒ ہونا تھا
دلِ امدادؒ کا سرمایۂ مقصود ہونا تھا
وطن کے دشمنوں کے ساتھ جس کو جنگ کرنی تھی
وہ جسکی عمر پیہم قید خانوں میں گذرنی تھی
وہ جس کے رقص کرنا تھا اشاروں پر ہدایت کو
خمیرِ شوق بننا تھا بہر عالم ولایت کو
دکھانے تھے نبی زادوں کے اندازِ کرم جس کو
متاعِ راحتِ عالم تھی جنسِ درد و غم جس کو
وہ جس کی جلوتیں آئینۂ حُسنِ ادب ہوں گی
وہ جس کی خلوتیں ہم خلوتِ شاہِ عرب ہوں گی
تبسّم پھول برسائیگا جس کا خار زاروں پر
نہ چھائیگی خزاں جس کی نشاط افزا بہاروں پر

جو آتشِ خانوں کو گلزارِ ابراہیم کر دے گا
شجر جس کے عزائم کا قیامت تک ثمر دے گا

ہو رحمت تجھ پہ اے بانگر مئو[1] کی خاکِ نورانی
ترے آغوش میں پیدا ہوا خورشیدِ ربانی

محمدؐ کا چراغِ" ضو فشاں تنویر درداماں
فرشتوں کے خصائل جس میں ہوں وہ پیکرِ انساں

حبیب[2] اللہ کا لختِ جگر آرامِ جاں آیا
وہ آلِ پاک نور الحقؒ کی روحِ شادماں آیا

اُنتیس[29] تھی مہ شوال کی تاریخِ ذی عزت
مشیت نے عطا کی جب یہ ماں کی گود کو دولت

ابھی تیرہ سو ہجری میں کمی تھی چار سالوں کی
جگائیں قسمتیں قدرت نے جب آشفتہ حالوں کی

[1] مقام پیدائش شیخ مدنی رح

[2] شیخ کے والدِ محترم کا نام

ازل سے فقر و فاقہ ترکۂ اسلافِ عالی تھا
یہ تھے اللہ والے اِن کا خود اللہ والی تھا

نہاں تھی عصمتِ خیر الامم بچپن کے کھیلوں میں
نہ پڑ سکتے تھے ہرگز شوخ جذبوں کے جھمیلوں میں

شعور و ہوش کا گہوارہ دردِ لاشعوری تھا
مزاجِ صبر دِل بیزارِ دورِ ناصبوری تھا

کبھی بستر نہ آلودہ کیا داغِ عفونت سے
گذارا شیر خواری کا زمانہ کس کرامت سے

سمجھ آئی تو ذوقِ علمِ مولیٰ ساتھ لے آئی
خرد کی پختگی سے حافظہ نے روشنی پائی

طریقت انگلیاں پکڑے ہوئے ہر گام چلتی تھی
شریعت کی بصیرت ذہن کے حلقے میں پلتی تھی

دنوں میں پڑھ لیا وہ علم جو برسوں میں پڑھنا تھا
مقدر میں سوئے بامِ تفاخر تیز چڑھنا تھا

یہاں اپنا نہ تھا کچھ سب عروجِ فضلِ باری تھا
مدینہ سے مسلسل چشمۂ فیضان جاری تھا

پڑوسی داد دیتے تھے خلوصِ زندگانی کی
رہی مہماں کے دل میں یادِ شانِ میزبانی کی

صداقت نے طلب کی اپنا رنگِ خاص دکھلایا
اچانک قصدِ ہجرت والدِ ماجد نے فرمایا

نہ تھی ہجرت یہ تھی تقلید نانا کے اصولوں کی
فضائیں منتظر تھیں گلشنِ بطحا کے پھولوں کی

بساطِ عشق کے شائستۂ دل گھر پہ جا پہنچے
تھا جس کا علم سینے میں اسی کے در پہ جا پہنچے

حضوری کا سماں۔ آنکھوں میں جلوے سرورِ دیں کے
مہیا ہو رہے تھے روح کی سامان تزئیں کے

دعائے فضلِ رحماں کارگر ہوتی نظر آئی
شبِ اُمید سے پیدا سحر ہوتی نظر آئی

صفائے قلب کو اللہ کی امدادؒ نے کھینچا
مریدِ باصفا کو صاحبِ ارشادؒ نے کھینچا

رشیدِؒ وقت کی خدمت میں بہرِ امتحاں بھیجا
پئے تکمیلِ سوزِ زندگی ہندوستاں بھیجا

نظر نے مرشدِ کامل کی پرکھا جوہرِ کامل
کرائی طے بہت آسانیوں سے عشق کی منزل

جوارِ قطبؒ عالم میں ملا حجرہ عبادت کو
جبینِ شوق نے چوما رخِ حسنِ ریاضت کو

زباں سے جذب کے عالم میں "الا اللہ" جب نکلا
ہوا شق سینۂ زور قوتِ تاثیر سے چھت کا

توجہ سے اکابر کی سکوں پایا طبیعت نے
بنایا معتدل جذبات کو پاکیزہ نسبت نے

بحکمِ حضرتِ مرشد گئے جب خیر نے سائے
بہ پیشِ مسندِ محمود[1] دار الخیر[2] تک آئے

یہاں دین و عمل کی شکلِ ہم آہنگ کو دیکھا
جہاد و عزم کے نکھرے ہوئے اک رنگ کو دیکھا

بظاہر منحنی لیکن بباطن شیر دلِ انساں
نظر آیا قرونِ اولیں کا حاصلِ ایماں

حقائق زندگی کے منکشف تھے جس کے سینے پر
قدم جس کا رواں تھا پے بہ پے ہمت کے زینے پر

[1] شیخ الہند [2] دیوبند

زباں پر شرحِ فرمانِ نبیؐ جس وقت آتی تھی
بحمد اللہ کہکر روحِ قاسمؒ جھوم جاتی تھی

نظر نے مرکزِ فیضِ نظر کو خوب پہچانا!
حقیقت کے یہ دو عنواں تھے اور ایک افسانہ

نگاہِ ساقیِ فیاضِ فطرت نے بلائیں لیں
سلیقہ مندیوں کی رندِ مخلص نے دعائیں لیں

وہ ساقی جس کی نظریں تھیں مزاجِ بزمِ امکاں پر
بصیرت پنجہ زن تھی جسکی روم و شام و ایراں پر

تھے جس کے جرعہ کش ترکی کے باشندے بھی افغاں بھی
سمجھتے تھے جسے سردار ہندو اور مسلماں بھی

حسینؒ احمد بنے اُس ساقیِ فیاض کے محرم
ہوئے جس کے قدم پر سرکشانِ دہر کے سر خم

نہ پوچھ اُستاد اور شاگرد کا یہ ربط اے ہمدم
"یقیں محکم، عمل پیہم۔ محبت فاتح عالم"

انھیں کا تھا بہت ممتاز درجہ رازداروں میں
انھیں۔ کہتے تھے شیخ الہندؒ کے سب جانثاروں میں

نوائے صورِ ایماں ریز سے روحوں کو گرمایا
بہ سرِّ عظمتِ اولادِ آدم سب کو سمجھایا

"غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں"
"جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں"

تہِ شمشیر بھی کرتے رہو ایماں کی تفسیریں!
"جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں"

نکاتِ معرفت سے آشنا تھی قلب کی ہستی
محیطِ روح تھی جامِ مئے توحید کی مستی

سیاست اور مذہب ایک تھا چشمِ بصیرت میں
وطن سے پیار شامل تھا حقیقت جو طبیعت میں
یہ نصب العین تھا محمودؒ برحق کی جماعت کا
کرو پہلے مکمل مشغلہ علمِ نبوّت کا
بڑھا کر پھر مذاقِ روح کا اعجازِ روحانی
ہے لازم آدمی پر آدمیت کی نگہبانی
لب و لہجہ میں شیرینی ہو پیشانی کشادہ ہو
محبّت سے دلوں کو جیت لینے کا ارادہ ہو
غلامی ننگِ مِلّت ہے غلامی ننگِ ایماں ہے
غلامی سے نہیں نفرت تو انساں کیا ہے حیواں ہے
حقائق کوئی ان کو روح کے سمجھا نہیں سکتا
عقیدوں میں شعورِ زندگانی آ نہیں سکتا

ہدایت کی، غلامی قابلِ تلقین ہوتی ہے
غلامی سے خدا کے دین کی توہین ہوتی ہے

خلاصہ بس خدا کے آخری پیغام کا یہ ہے
نتیجہ جد وجہدِ مذہبِ اسلام کا یہ ہے

کوئی انساں نہ انساں کا کبھی محکوم کہلائے
یہ لعنت وہ ہے جس سے خود مشیّت کو بھی شرم آئے

شکارِ غربت و افلاس ہو جائے جو ہمسایہ
لرز جاتا ہے عرشِ خالقِ کونین کا پایہ

تمیزِ رنگ و نسل و زر ہے ظالم ایسی بیماری
کیا کرتی ہے مرگِ آدمیت کی جو تیاری

سمجھ کر ان معارف کو رفیقِ دین و حکمت نے
کیا وہ کام جس کی راہ دکھلائی عقیدت نے

نصابِ روح و درسِ دل سے فارغ خود کو پاتے ہی
مدینہ کو بنایا مرکزِ احساس جاتے ہی

نظر آنے لگیں اُس خواب کی دلچسپ تعبیریں
دکھائیں جس نے مستقبل کی عظمت خیز تصویریں

وہ خوابِ راز جسکو خضرِ راہِ شوق سمجھا تھا
جسے رستہ میں بطحا کے نگاہِ دل نے دیکھا تھا

خوشا وہ خواب جس میں جلوۂ محبوبِ رب دیکھا
مرادِ جذب و مستی حاصلِ حسنِ ادب دیکھا

شہِ کونین نے پوچھا ہے حسرت کیا ترے دلمیں
جو کانٹا بن رہی ہے سینۂ تحصیلِ منزل میں

نواسے[1] نے خلوصِ عشق کے اجزا بہم کرکے
سرِ تسلیم پیشِ کعبۂ امید خم کرکے

[1] شیخ مدنی

کیا یوں عرض اے عرشِ بریں کی شمعِ عرفانی
امام الانبیا آئینۂ اخلاقِ ربانی
پڑھا جو کچھ ہے اس کو یاد رکھوں آخری دم تک
عبادت کی حدیں، ملجائیں اوجِ عرشِ اعظم تک
جو پڑھتے ہیں بصیرت پروہ سب اسرار کھل جائیں
قبائے زندگی سے معصیت کے داغ دھل جائیں
گھرانے کی خصوصیات روح و دل کو مِل جائیں
ہیں کلیاں جس قدر گلزارِ حسرت کی وہ کھِل جائیں
لبِ سرکارِ بطحا کو تبسم چومتا آیا
سرورِ محرمانہ چشمِ حق بیں جھومتا آیا
ہوا ارشاد ہو گی بارورشاخِ دعا تیری
مدد فرمائیگا ہر حال میں میرا خدا تیری

شبِ تاریکِ اعدا میں سویرا ہو نہیں سکتا
جو تیرا ہو نہیں سکتا وہ میرا ہو نہیں سکتا

ہزاروں حادثے راہِ عمل میں پیش آئیں گے
عدو کیا، گالیاں ہر گام پر اپنے سنائیں گے

بلا اندیشۂ مرگ و اجل ان سے گزر جانا
مری اولاد نے سیکھا نہیں مر کر بھی مر جانا

کتابِ عزم میں آفت کی کب تفصیل ہوتی ہے
یہاں کارِ نبوت کی یونہی تکمیل ہوتی ہے

خدا کا فضل شامل تھا ارادوں میں خیالوں میں
درایت تھی جوابوں میں فراست تھی سوالوں میں

حدیثِ مصطفےٰؐ کے درس کا چرچا ہوا ہر سو
علومِ حق کی صبحِ نور کا تڑکا ہوا ہر سو

کچھ اس انداز سے حضرت کو شرحِ صدر ہوتا تھا
ہر اک سامع اسیرِ دامِ زلفِ قدر ہوتا تھا

نظر جب والہانہ جالیوں کے پار ہوتی تھی
زمیں سے آسماں تک بارشِ انوار ہوتی تھی

جو پڑھتے تھے رہِ روحانیت طے کر کے آتے تھے
دلوں کے ساغروں میں کیفِ عرفاں بھر کے آتے تھے

ادھر استاد مستِ بادۂ توحید ہوتا تھا
اُدھر شاگرد محوِ جلوہ ہائے دید ہوتا تھا

اِسی دوران میں رُخ گردشِ ایام نے بدلا
مزاجِ زندگانی مغربی اقوام نے بدلا

سیاست کے شریفِ مکہ کو یوں جال میں پھانسا
پڑے ترکوں پہ جسکی شر آسی ہر چال میں پھانسا

مکہ کا بادشاہ

یہ سازش تھی کہ اسلامی ممالک بٹ کے رہ جائیں
اخوت کے جو رشتے ہیں مکمل کٹ کے رہ جائیں

وہ جنت زار و زرخیز و بہشتِ نسلِ انسانی
زمانہ بھر میں ہے مشہور جس کی خلد سامانی
جسے رشیوں کا مرکز، دیوتاؤں کی زمیں کہیے
جسے ویروں کا گھر اور سورماؤں کی زمیں کہیے
وہ جس کی عظمتوں کا پاسباں کوہِ ہمالہ ہے
وہ جس کو بدھ کی آشارام کی حسرت نے پالا ہے
جہاں خواجہ معین الدین چشتی کے قدم آئے
رہے جس پر قطب کی عارفانہ روح کے سائے
جہاں گنجِ شکر[1] نے فیض کے دریا بہائے ہیں
جہاں چشمِ نظام الدین کے آنسو جگمگائے ہیں

[1] بابا فرید الدین

جہاں صابرؒ نے صبر و شکر کے گوہر لٹائے ہیں
جہاں خسروؒ نے عرفانِ خدا کے گیت گائے ہیں

جہاں احناس کے بدلے زمیں سونا اُگلتی تھی
جہاں کھیتوں کی قسمت عیش کے دامن میں پلتی تھی

بنایا تھا غلام آباد جس کو بد نگاہوں نے
وہ بھارت پیار سے دیکھا تھا جسکو بادشاہوں نے

اُسی پر اقتدارِ دیرپا کی فکر کی خاطر
فرنگی راج کی تکمیلِ حسنِ ذکر کی خاطر

محبانِ وطن ہندوستاں کے جس طرف پہنچے
وہیں "گوروں" کے ہمدردِ محبت صف بہ صف پہنچے

"شریف" اک زر خریدِ شاہِ انگلستان تھا آخر
سراپا پیکرِ ذریّتِ شیطان تھا آخر

اسی کی چال سے رنگِ بساطِ زندگی بدلا
حریفوں کی طبیعت کا اصولِ آگہی بدلا
انھیں پکڑا جو تھے یہ رازِ دانش جاننے والے
خطوطِ عارضِ افرنگ کے پہچاننے والے
اگر ہندوستاں رکھا گیا محکوم مدت تک
رہے گی ساری دنیا بےکس و مظلوم مدت تک
یہاں کٹ جائیں گی گر بیڑیاں دورِ غلامی کی
نئی بنیاد پڑ جائیگی بس عیشِ دوامی کی
اسی الزام پر "شیخ العرب" کے باپ کو پکڑا
برادر کو شدائد کی کڑی زنجیر میں جکڑا
مگر وہ شیر دل انسان "صبر و شکر" کے عادی
جو بچپن ہی سے طے کرتے رہے آلام کی وادی

عہ مولانا مدنی رح

نظر بندانِ ٹرکی بن کے کب گھبرانے والے تھے
خدا کے در سے دادِ استقامت پانے والے تھے

ذرا سی دال کے پانی کو گھر بھر پی کے جیتا تھا
ہمیشہ سوزنِ غم سے قبائے زلیست سیتا تھا

نہ تھے سائل نہ ان کو ہاتھ پھیلانے کی عادت تھی
بلا تشویش فاقوں سے گذر جانے کی عادت تھی

یہ تھے اس کے "نواسے" "بھوک" جس کی جزوِ ہستی تھی
نگاہوں میں شرابِ صبر کی پر کیف مستی تھی

شکستہ حالیوں میں فقر کی اندازِ شاہی تھا
نفس کا قافلہ اسلاف کی راہوں کا راہی تھا

حدودِ قید میں زندانِ یوسف کی ادائیں تھیں
ریاضِ ہمت وایثار کی دلکش فضائیں تھیں

تہجّد کے نشانِ سجدہ پیشانی پہ روشن تھے
رُخِ اقدس کے سائے روئے انسانی پہ روشن تھے

مجالِ انبیا کی نالشیں تھیں مہر در دامن
تھا پرتو جن کا دنیائے دماغ و دِل پہ ضوافگن

حرم کے چھوٹنے کا غم مسلّط تھا تخیّل پر
تصوّر میں سراپا نور تھا وہ جاں فزا منظر

زباں پر تھا شہیدی کا یہ ہر دم مصرعِ موزوں
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں

صلہ پائے محبت جذبۂ عشقِ محمدؐ کا
"قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا"

مہیّا تھا قرونِ خیر کا روحوں کو چین اب بھی
سراپا صبر و ضبطِ دل تھی اولادِ حسینؓ اب بھی

بحمد اللہ رشتے ماسوا کے توڑ کر نکلے
سر و ساماں حفاظت میں خدا کی چھوڑ کر نکلے

جنابِ والدِ ماجد مجاہد عارفِ کامل
سلوکِ معرفت کی طے کئے بیٹھے تھے جو منزل

گئے بیٹوں کو لیکر ساتھ دنیائے اسارت میں
تمام ایڈریانوپل کو ترکوں کی حراست میں

وطن سے دور غربت میں وہیں حضرت کو موت آئی
ہونے دی مگر تا زندگی ملت کی رسوائی

ادھر تھا "مالٹا" میں قید فخرِ دیں حسینؒ احمد
شدائد پر شدائد پڑ رہے تھے زلیست پر بے حد

عزیز و اقربا، بھائی، پدر رخصت ہوئے سارے
قیامت خیز تھے آلامِ دنیا کے یہ نظارے

مددگاروں میں کوئی نہ تھا، آفت کے مارے تھے
نظر سے دور آسائش کے سب ممکن سہارے تھے
خدا کے حکم سے لختِ جگر زیرِ اجل آیا
نہ آنسو آنکھ سے ٹپکے نہ کچھ ماتھے پہ بل آیا
دوبارہ کربلا کی منزلوں میں تھے نبیؐ زادے
نگاہوں میں تھے ماضی کے حوادث ریز سب جادے
جبینِ الفتا کی خون سے تزئین کرنی تھی
جنہیں دُنیا کو صبر و ضبط کی تلقین کرنی تھی
وہ کیونکر شکوہ سنجِ گردشِ ایام ہو جاتے
بنامِ مصلحت بیگانۂ اسلام ہو جاتے
جنہیں خیبر کشا کی یادگارِ عزم بننا تھا
علیؑ کی زندگانی کا چراغِ بزم بننا تھا

جنہیں ناآنا کے جلوے سرفرازِ خواب کرتے تھے
جو دامانِ محبت گوہرِ شبنم سے بھرتے تھے

جو زنداں میں گئے تھے حرّیت کا درس پڑھنے کو
قدم تھے وقف جن کے بامِ آزادی پہ چڑھنے کو

وہ کیوں غمگین ہوتے کثرتِ آلامِ ہستی پر
یہ دھبّہ کیوں لگاتے روح کے دامانِ مستی پر

مشیّت نے نظامِ دہر کو تبدیل فرمایا
رہائی کا جمادالثانیہ میں خود پیام آیا

طبیعت میں بغاوت کی اُمنگیں ساتھ ساتھ آئیں
چلے ہر سمت برساتے ہوئے جذبوں کی پرچھائیں

غلامی کا مٹانے کے لئے نام و نشاں پہنچے
محبت تھی وطن سے آخرش ہندوستاں پہنچے

خلافت کی یہاں تحریکِ اعظم کی بنا ڈالی
اُمیدِ زندگانی ولولوں کی گود میں پالی
ملے ساحل پہ آکر بمبئی کے ایم۔ کے۔ گاندھی[1]
فضائے ہند میں پھیلی جہادِ کار کی آندھی
پرانے خواب کو تعمیرِ نو بخشی گئی گویا
سیاست کی نظر کو روشنی بخشی گئی گویا
بڑھایا رابطِ باہم کا تصور پھر دماغوں میں
ضیا آئی نئی بھارت کی محفل کے چراغوں میں
اچانک سامنے ہنگامۂ سوزِ نہاں آیا
وفاتِ شیخ محمود الحسنؒ نے دل کو تڑپایا
مکمل فکرِ استقلال کا پایا نہو جیسے
پسر کے سر پہ باقی باپ کا سایہ نہو جیسے

[1] مہاتما گاندھی

خراشِ روح سینوں پر مصیبت بن کے چھائی تھی
جدھر اُٹھتی تھیں نظریں اس طرف برپا دہائی تھی

یہ مانا اس سے پہلے بھی ہزاروں غم اُٹھائے تھے
خزانے آنسوؤں کے جادۂ غم میں لٹائے تھے

مگر اس سانحہ کی شدتِ تاثیر کیا کہیئے
سرِ تدبیر پر یہ آفتِ تقدیر کیا کہیئے

بظاہر یادِ رہبر خارِ غم بنکر ستاتی تھی
لگن دل کی برابر راہِ آزادی دکھاتی تھی

امیرالہند سچا جانشینِ خضرِ دیں نکلا
ولی اللہ کے گھر کی امانت کا امیں نکلا

یہ رازِ حق رفیقانِ جہادِ حق کو سمجھایا
فرنگی کا وطن کے سر پہ ہے جو وقت تک سایا

وطن، دیں، علم، تہذیب و تمدن ننگِ ارماں ہیں
غلامی میں یہ سب رودادِ بربادی کا عنواں ہیں

تخیّل، زندگی، افکار محرومِ زباں ہونگے
وطن میں غیر ملکی، اپنے جبتک حکمراں ہونگے

ہر اک باشندۂ ہندوستاں کو شاد کرنا ہے
وطن کو قبضۂ اغیار سے آزاد کرنا ہے

رگ و پے میں یہی احساسِ دل تھا گرم جوشانہ
لہو تھا بازوؤں میں غازیانہ سرفروشانہ

"کراچی" میں دیا فتویٰ خدا کے نام پر سب نے
کہا جس میں وہی سب کچھ، کیا تھا حکم جو رب نے

پولیس اور فوج کی بھرتی فرنگی کی جو کرتا ہے
نہ وہ بندوں کا مخلص ہے نہ وہ مولیٰ سے ڈرتا ہے

حرام اغیار کی امداد کو سمجھو مسلمانو
محمدؐ مصطفےٰ کی لاج رکھو حق کو پہچانو

یہ اعلانِ صداقت پھر ہوا وجہِ گرفتاری
ابھی تک تھا مشیّت کا رواجِ امتحاں جاری

بنا مرکز وفا کا قیدخانہ "احمد آبادی"
ستم پرور ہو گئی مائل عدو کی ظلم ایجادی

یہ خلوت بن گئی اسلاف کا گہوارۂ عرفاں
تہجد ذکر و شغلِ عشق تھے ایمان کے عنواں

جفائے غیر سے ہوتی رہی جذبوں میں افزونی
بلندی روح کو اللہ نے بخشی وہیں دونی

مدینہ کا تصوّر ہر نفس آباد ہوتا تھا
مرتّب از سرِ نو قصّۂ سجادؓ ہوتا تھا

رشید الاولیاءؒ کی تربیت کا فیض حاصل تھا
یہ زنداں نسبتِ صابرؒ کی اک پرکیف منزل تھا
عبادت کے مزے تھے شاملِ معراجِ عرفانی
ریاضت کی شبیہہِ ذوق تھی تا تیدِ ربانی
نظر نورِ محمدؐ سے مجسم شمع ایماں تھی
لبِ امدادؒ کی ہر اک دعا رخ سے نمایاں تھی
غرض دو سال تک مصروفِ صبرِ آرزو رہ کر
چمن زارِ شجاعت کے لئے جانِ نمو رہ کر
نمائش سے گریزاں تھا دلِ درد آشنا انکا
رہائی میں نہ تھا کوئی رفیقوں کو پتہ انکا
اچانک دو بجے شب کو سرِ دارا لعلومؒ آئے
جو استقبال کی فکروں میں تھے وہ سخت شرمائے

گئے سیدھے مکانِ شیخ[1] پر تسکینِ جاں پانے
شہ کونین کے شاداں ہوئے سب مل کے دیوانے
پھر اس کے بعد اذنِ قاسمؒ و محمودؒ کو پا کر
پڑھانے علم دیں "سلہٹ" گئے کچھ روز سستا کر
وہاں چھ سال تک ابرِ خلوصِ عشق برسایا
علومِ سرورِ کونین سے محظوظ فرمایا
ہمیشہ پا پیادہ گاؤں گاؤں آپ جاتے تھے
اندھیری رات میں توحید کی شمعیں جلاتے تھے
حجر زادانِ فطرت کو گدازِ زندگی بخشا
نبوت کا نیا رازو نیازِ زندگی بخشا
پلایا جامِ عرفاں بادۂ وحدت کے پیاسوں کو
اساسِ معرفت بخشی پرانے بے اساسوں کو

[1] شیخ الہند کے مکان پر تشریف لے گئے تھے (از حیاتِ شیخ الاسلام)

کشش کے مرقدِ محمودؒ و قاسمؒ کی بڑھے سائے
بزرگوں کی طلب پر پھر دوبارہ "دیوبند" آئے
صدارت کو یہاں تدریس کی منظور فرمایا
"بخاری"۔ "ترمذی" کے درس کا فیضان پھیلایا
قدیمی ذوقِ آزادی رفیقِ دردِ ہستی تھا
وطن والوں کا پیشِ آرزو احساسِ پستی تھا
حدیثِ مصطفےٰؐ دن کو بوجدِ دل پڑھاتے تھے
شبِ خاموش میں یادِ خدا میں ڈوب جاتے تھے
مزاجاً اتحادِ عام انسانی کے قائل تھے
وطن کی مشترک تحریکِ آزادی پہ مائل تھے
یہ دیرینہ اصولِ کار تھا اور ذاتِ والی تھی
نگہبانِ مساعی چشمِ پاکِ حق تعالیٰ تھی

طبیعت تھی بھلا کب ماسوا کے ماننے والی
سہے اغیار کے طعنے سُنی اپنوں سے بھی گالی
نہ تقسیمِ وطن کی بحث پر کوئی توجہ دی
جسے ایمان سمجھا منہ سے بس وہ بات ہی نکلی
سوالِ مصلحت کو سامنے لا ہی نہیں سکتے
عزیز از جاں جنہیں حق ہے وہ گھبرا ہی نہیں سکتے
جو ہونا تھا وہ ہو کر ہی رہا تخریب کا ساماں
بہا لاکھوں کا خونِ دل ہزاروں گھر ہوئے ویراں
نگاہیں جس طرف اٹھیں تباہی در تباہی تھی
ہر اک صورت زوالِ ابنِ آدم کی گواہی تھی
خدا کا قہر تھا ادبارِ کامل کی نشانی تھی
بہر سو نالیوں میں خونِ انساں کی روانی تھی

بوصفِ ضعفِ پیری آپ کا دورہ نہیں چھوٹا
مزاجِ رحمتِ کونین سے رشتہ نہیں ٹوٹا
جہاں پہنچے وہاں ڈھارس بندھائی بے نواؤں کی
فضا میں اشک برساتی رہی عادت دعاؤں کی
ملی صدیوں میں آزادی اسیرِ غم غلاموں کو
میسر آب عشرت ہو گیا ان تشنہ کاموں کو
سوال اب سامنے یہ تھا کہ آزادی بچے کیسے
جو عزت ہو گئی حاصل وہ اب باقی رہے کیسے
مسلسل کوششوں سے کام رکھا عزم و ہمت نے
کیا وہ راستہ طے جس کو دکھلایا دیانت نے
رفیقانِ عمل کے وسوسوں کو دور فرمایا
نوائے والہانہ سے مزاجِ دل کو گرمایا

پرانے ساتھیوں کی بے رُخی گو ناگوارا تھی
خیال و فکر کا اللہ کی رحمت سہارا تھی
مگر اخلاصِ ماضی حال کے جذبوں میں شامل تھا
وطن والوں سے الفت کا خزانہ آپ کا دل تھا
جنہیں اپنا کہا بیگانہ انکو کس طرح کہتے
جنہیں بخشی خرد دیوانہ انکو کس طرح کہتے
محبانِ وطن کی عظمتوں کا پاس رکھتے تھے
غمِ انساں کا سینے میں صدا احساس رکھتے تھے
مسلط تلخیٔ حالات تھی گو زندگانی پر
غلافِ یاس تھا لوحِ جبینِ کامرانی پر
مگر یہ بو ذرؓ و سلماں کا وارث یہ علیؓ زادہ
شکایت سے ورق تھا جس کے ہر ارمان کا سادا

مجسّم درد سرتا پا سکوں تاثیر تھا اب بھی
قرونِ اولیں کے صبر کی تصویر تھا اب بھی

تھا ظلم و جور کے انجام مرگ آثار سے واقف
نظر تھی چشمِ یزداں کے جلالِ کار سے واقف

اثاثہ یوں ہی درد و کرب کا لٹتا رہا برسوں
ہجومِ کلفتِ پیہم میں جی گھٹتا رہا برسوں

یہی شدّت بنی رُخ زندگی کا موڑنے والی
ہوئی ثابت یہی پیمانۂ دل توڑنے والی

وہ دن بھی رفتہ رفتہ آگیا ہم جس سے ڈرتے تھے
نزاکت کا مزاجِ شیخؒ کی احساس کرتے تھے

عزیزوں سے کہا ہر حادثے پر صبر لازم ہے
متاعِ دین و ایماں کی حقیقی قدر لازم ہے

نمازِ ظہر کی نیت سے پہلے کی وضو خود ہی
اشاراتِ پیامِ حق کی چھیڑی گفتگو خود ہی

پھر اس کے بعد پہونچے حجرۂ عرفانِ کامل ہیں
قدم رکھا وصالِ حق کی خاموشی سے منزل میں

اذیت دی نہ خدمت کی کوئی تیمارداروں کو
سمیٹا خود ہی باغِ خلد کی دلکش بہاروں کو

یہ جزوِ ذاتِ باری شاملِ کُل ہوگیا آخر
اکابر کا چراغِ معرفت گُل ہوگیا آخر

صفِ ماتم بچھی دنیا کے ہر پُر درد کونے میں
ہوئے مصروف سب اشکوں سے دامن کو بھگونے میں

بپا عالم کے ہر گوشے میں گویا اک قیامت تھی
جنابِ شیخ رح کی یہ موت محشر کی علامت تھی

پسِ مردن بھی پائے شیخِ اعظم[1] میں لحد پائی
زبانِ غیب سے کانوں میں دل کے یہ صدا آئی

سلام اے مردِ حق بیں قاسم الخیرات کے ثانی
مجسم معرفت سرتا بپا عرفانِ ربانی

سلام اے محیطِ انوارِ محمودؒ غلامِ دیں
ابد تک تجھ سے ہوگی محفلِ اخیار کی تزئیں

سلام اے حریت کے راہبر اے جانِ آزادی
بڑھی تیرے عمل سے وسعت دامانِ آزادی

تری روحِ مقدس رحمتِ حق کی پیامی ہے
ترا فیضانِ عشق و معرفت فیضِ دوامی ہے

ہمیشہ ہم توجہ کا اشارا پائیں گے تجھ سے
مصائب کے زمانے میں سہارا پائیں گے تجھ سے

[1] مولانا محمد قاسم حضرت شیخ الہند کے مزارات کے قریب

منور ہیں تری تنویر سے فکر و دماغ اب بھی
ترے مرقد میں روشن ہے محمدؐ کا چراغ اب بھی

ترے سینہ کی تنویروں سے دل کو جگمگائیں گے
علوئے روح کے درجات اہلِ درد پائیں گے

ہمیں ہر جادۂ حسنِ عمل میں کامراں ہوں گے
ترے ایمان کے پُرجوش سائے میں جواں ہونگے

تری نسبت ہی روحِ شیخؒ خضرِ زندگی ہوگی
تری آنکھوں کی بینائی نظر کی روشنی ہوگی

گذر جائیں گے ہنستے کھیلتے آفاتِ عالم سے
مسرت کی نویدیں پائیں گے ہنگامۂ غم سے

تصور تیرا وجہِ ذوقِ عرفانِ خدا ہوگا
نگاہِ معرفت میں تیرے دل کا آئینہ ہوگا

نہ ہو گی کوئی زنجیرِ غلامی اپنے پاؤں میں
ترے صدقہ سے شاداں ہونگے تلواروں کی چھاؤں میں

ترا اخلاق - تیری زندگی کی لوحِ پیشانی
کرے گی طالبانِ معرفت کے دِل کو نورانی

ترا اسعدؔ[1] تری یادوں کو تسکین دینے والا ہے
نئی دنیا میں کشتی جذبِ دل کی کھینے والا ہے

دُعا فرما کہ وہ بنجائے تیرا پیکرِ ثانی
ملے اُس کو ہمیشہ معرفت کی اوجِ روحانی

وطن کی آبرو - اسلام کی عزت کے طالب ہیں
خدا سے تیرے ربطِ منزلِ عظمت کے طالب ہیں

---

[1] جانشین شیخ الاسلام مولانا اسعد مدنی

ملفوظاتِ شیخؒ

سوانحِ شیخؒ کی منظوم پڑھ لی پڑھنے والوں نے
خلوصِ زندگی کا راز شامل تھا خیالوں میں
زبانِ شیخؒ کے معصوم ارشادات بھی سُنیئے
لبِ شاعر سے کچھ حضرت کے ارشادات بھی سُنیئے
توکّل شرط ہے ایماں ہے خدا کی ذات پر ہر دم
توکل سے تغافل باعثِ نقصان ہے ہر دم
توکل کے لئے شرطِ عمل کا پاس بھی رکھیئے
ہمیشہ جد و جہدِ کار کا احساس بھی رکھیئے
خیالِ "انما الاعمال بالنیات" لازم ہے
نفاست نفس کی سرمایۂ جذبات لازم ہے

جہاں تک کوششوں کا دائرہ پھیلایا جائے گا
مساعی کا صلہ درگاہِ حق سے پایا جائے گا

خطا پر ضد کا ہونا کفر کی پہلی دلالت ہے
پشیمانی گناہوں پر دلیلِ فضل ورحمت ہے

صغیرہ سے بچو گے تو کبیرہ ہو نہیں سکتا
کوئی مومن کبھی ایماں کی دولت کھو نہیں سکتا

طہارت جسم کی پاکیزگی رُوح دیتی ہے
سفینہ بحرِ عالم میں بآسانی یہ کھیتی ہے

وضو اور غسلِ جسمانی طہارت کی علامت ہے
خدا کا ذکر رُوحانی نفاست کی علامت ہے

ہر اک شئے کا کروانکار وحدت یہ خدا کی ہے
انانیت پسندی دشمنِ ایماں بلا کی ہے

محمدؐ مصطفےٰ کے دین کے اکرام کی خاطر
ادا پورا کرو بندوں کا حق اسلام کی خاطر
مسائل باہمی طے ہوں محبّت کی صفائی سے
بچاؤ زندگی کو نفرتوں کی آشنائی سے
عدو ہو یا کوئی ہو دوست یہ رکھو اصول اپنا
رہے انصاف کے گلشن کا ہر اک تازہ پھول اپنا
جو مخلوقِ خدا سے بے غرض برتاؤ کرتا ہے
وہ دامن گوہرِ الطافِ ربّانی سے بھرتا ہے
نبیؐ کی سنّتِ کامل ہو شامل اپنی ہستی میں
قدم گرنے نہ پائے شرک اور بدعت کی پستی میں
بلا تقلیدِ پیغمبر ولایت مل نہیں سکتی!
کلی عرفان کی باغِ عمل میں کھل نہیں سکتی

ہواؤں پر اُڑے کوئی اگر بے نسبتِ سرور
یقیں تازندگی لاؤ نہ تم اس کی ولایت پر
دلائل سے مخالف قوموں کو تو خوب سمجھاؤ
رواداری کو جب تک بس چلے خود کام میں لاؤ
محبّت سے بدل دو رُخ حریفوں کے دماغوں کا
بھرو ظلمت کدوں میں نور وحدت کے چراغوں کا
اگر مجبور ہی کر دے کوئی رزم عداوت سے
جہاں تک ہو سکے ٹالو محبت سے شرافت سے
یہ طرزِ آدمیّت تا حدِ امکاں نہ راس آئے
دفاعِ جنگ کا محتاط پہلو راہ دکھلائے
رسولِ پاک کی سیرت کا یہ پہلو نمایاں ہو
نہ بوڑھوں، عورتوں، بچوں کی مظلومی کا امکاں ہو

نہ ذاتی انتقام اس مسئلہ میں وجہ نفرت ہو

بہرِ عالم سرشتِ مردِ مومن آدمیت ہو

ہو باہم دوستی اور دشمنی اللہ کی خاطر

یہی ہے اسوۂ عالی دلِ آگاہ کی خاطر

اگر ترکِ تعلق دوستی میں سامنے آئے

زباں پر کیوں بُرائی دوستوں کی دوست خود لائے

خدا کے خوف سے خوفِ جہاں باقی نہیں رہتا

یہ وہ بازار ہے جس میں ثریاں باقی نہیں رہتا

اطاعت سے خدا کی طاعتِ کونین ملتی ہے

نگاہوں کو سکوں اور رُوح کو بھی چین ملتی ہے

جو نافرمان بیٹا باپ کا ترکہ نہیں پاتا

تو نافرمان مولیٰ کا بھلا جنت میں کیوں جاتا

تشدد کفر کی عادت ہے احساں شانِ مومن ہے
محبت نسلِ آدم سے مزاجِ جانِ مومن ہے
اطاعت جابروں کی صاحبِ ایماں نہیں کرتے
گوارا یہ کبھی اسلام کا نقصاں نہیں کرتے
صداقت کا علی الاعلان یہ اظہار کرتے ہیں
زبانِ حق کے ہر جملے کو اک تلوار کرتے ہیں
نبیؐ کے عاشقو، اللہ کی رحمت کے متوالو
سزائے موت سُنکر بھی نہ سچی بات کو ٹالو
حصولِ علم ادراکِ حقائق کا سہارا ہے
یہ فہم و دانش و حکمت کی آنکھوں کا ستارا ہے
اسے تنہا معیشت کا نہ اپنی آسرا جانو
خدا کو رازقِ مطلق، بنامِ زندگی مانو

ہمارے مدرسوں میں علمِ مولیٰ کی ضرورت ہے
سکونِ حشر کو کچھ فکرِ عقبیٰ کی ضرورت ہے

مزاجِ علم دولت کو گوارا کر نہیں سکتا
غلامی کی حماقت کو گوارا کر نہیں سکتا

میسّر جن کو ہوتا ہے کبھی علمِ غلامانہ
نہ وہ رہتے ہیں زندہ اور نہ زندہ ان کا افسانہ

بہائے علم جن کا مدعا ہوتا نہیں بھائی
مقدّر ان کا دنیا میں کبھی سوتا نہیں بھائی

ہے قیمت علم کی مقصودِ ایماں سرورِ دیں کا
نہیں وہ علم جو محتاج ہوگا داد و تحسیں کا

تقاضہ علم کا ذاتی نہیں ہوتا ہے آفاقی
یہی وہ علم ہے رہتا ہے جو بعدِ فنا باقی

اگر ہے دین و دنیا میں ضرورت استواری کی
رہے پیشِ نظر ہر دم خشیت ذاتِ باری کی
ہے ایماں قُل ھو اللہ پر تو پندارِ انا کیسا!
وفاداری کا دعوٰی ہے تو رنگِ بے وفا کیسا
جو طلبا، علمِ دیں کے واسطے پڑھنے کو آتے ہیں
رضائے ایزدی کو جستجو کا رس بناتے ہیں
انہیں خوشنودئ رب کو مقدم جاننا ہو گا
خدا ہی کو معیشت کا بھی مالک ماننا ہو گا
نہیں ہے علم میں تخصیصِ رنگ و نسلِ ایمانی
امانت ہے یہ اک منجملۂ انعامِ ربانی
جہاں سے بھی یہ دولت مل سکے پانا ضروری ہے
تجسس میں عرب سے چین تک جانا ضروری ہے

جہاں یہ شمع روشن ہو وہاں ظلمت نہیں ہوتی
دماغ و فکر میں مخلوق سے نفرت نہیں ہوتی

خوشامد اہلِ زر کی علم والے کر نہیں سکتے
خدا سے ڈرنے والے ان بتوں سے ڈر نہیں سکتے

مری حسرت ہے اہلِ علمِ دیں خود دار بن جائیں
توکل آشنا سر تا بپا ایثار بن جائیں

بہم جب علم و ایماں ہوں مقابل کون آئے گا
لبِ جبریل پر خود "انتم الاعلون" آئے گا

جہاں "الفقر فخری" کا اصولِ کار چلتا ہے
وہیں "خیر القروں" کا پرتوِ اخیار پلتا ہے

اصولِ علمِ حق اسلام کا رازِ شریعت ہے
محبت سرورِ کونینؐ کی جانِ طریقت ہے

طریقت بے شریعت جہلِ ایماں سوز ہوتی ہے
یہ چنگاری یقیناً باغِ عرفاں سوز ہوتی ہے
خدا نا آشنا ہر خدا بے علم پہچانا نہیں جاتا
جہالت میں یہ رازِ معرفت مانا نہیں جاتا
جہاں مسکینی و غربت ملے گی درسگاہوں میں
ملے گا ارتقائے دیں انہیں کی پاک روحوں میں
نبوت کی حقیقت، اپنا عرفاں، حق کی دانائی
نظر کے سامنے لاتے ہیں دینِ حق کی گہرائی
ہوئی تھی ابتدا جس دینِ کامل کی مدینے میں
خدا ابھر دے اسی کا نور ہر مومن کے سینے میں
یہ نورِ غیر فانی رُوح کو تقویٰ سے ملتا ہے
صفائے قلب کا غنچہ اسی گلشن میں کھلتا ہے

یقیں اللہ کا سب وسوسوں کو ختم کرتا ہے

دلِ مومن اسی رنگِ حقیقت سے نکھرتا ہے

دلِ مشرک ہر اک مخلوق شے کا خوف کھاتا ہے

دلِ مومن میں تنہا ذاتِ رب کا خوف آتا ہے

ہمیشہ خوف، محتاجی، زمانے سے ڈراتے ہیں

مزاجِ ماسوا کی راہ پر دل کو لگاتے ہیں

خدا کا خوف کھاؤ اور اسے حاجت روا مانو

دو عالم میں بلندی کا یہ رازِ ارتقا جانو

بچے گا شرک سے جو ہم مزاجِ اولیاءؒ ہو گا

مددگار و معین اس کا بہر عالم خدا ہو گا

ہو مومن کی کہ کافر کی ہر اچھی بات اچھی ہے

خدا کے بعد سُلطانِ اُمم کی ذات اچھی ہے

تواضع مہمانوں کی سکھائی ہے محمدؐ نے
اسے فردوس کی کنجی بتائی ہے محمدؐ نے

کرے منہ پر اگر تعریف کوئی اس سے بچ جاؤ
نتیجہ جس کا ہو پندار اُس عادت سے گھبراؤ
مقامِ احترامِ دین گھر والوں کو سمجھاؤ
اسی صورت سے باہر دین کے اسرار پھیلاؤ

شرافت اور رذالت کا نہ عنواں ہے کوئی پیشہ
بری روزی چلاتی ہے شجر پر دین کے تیشہ
مشقت اور محنت زندگانی کی علامت ہے
یہ وصفِ آدمیت شاملِ درسِ رسالت ہے

پڑوسی کوئی ہو اس کا بھی پاسِ حق ضروری ہے
پڑوسی کو ستانا دین کی منزل سے دوری ہے

خدا کے قہر کو جس وقت بھی تم ٹالنا چاہو
ادائے زندگی کو خیر میں جب ڈھالنا چاہو
درود پاک کی کثرت مصیبت سے بچاتی ہے
یہ وہ مرکز ہے جس پر کھنچ کے رحمت خود ہی آتی ہے

خدا کو تم خدا اور مصطفٰےؐ کو مصطفٰےؐ سمجھو
اطاعت ان کی تکمیلِ رہ صبر و رضا سمجھو

وطن سے عشق ہر انسان کی فطرت میں شامل ہے
زمانے سے وہ غافل ہے جو اس جذبے سے غافل ہے
ہر انساں سے محبت سیرتِ خیر البشر سمجھو
مرادِ فتح عالم صرف قابو نفس پر سمجھو
جہادِ نفس ہر اک امتحاں میں پاس کرتا ہے
وہ ظالم ہے جو اپنے نفس کا احساس رکھتا ہے

غلامی پر قناعت جرم ہے اور زخمِ ایماں ہے
غلامی در حقیقت دشمنِ توقیرِ انساں ہے

شبِ ہجرت در و دیوارِ مکہ جب نظر آئے
حضورِؐ پاک کی آنکھیں ہوئیں نم اشک بھر آئے

یہی حُبِّ وطن کی اک دلیلِ راحت افزا ہے
وطن جزوِ محبت ہے وطن جانِ تمنّا ہے

فرارِ بزدلانہ کو کبھی ہجرت نہ کہہ دینا
اسے تقلیدِ کارِ صاحبِ سیرتؐ نہ کہہ دینا

اقلیّت جو باایمان ہے مغلوب کیوں ہو گی
یہ باطل اکثریّت سے بھلا مرعوب کیوں ہو گی

عزیزانِ گرامی، موت کا ڈر ننگِ ایماں ہے
ڈرے جو موت سے لاریب دیں کا دشمنِ جاں ہے

جو مومن بندۂ مظلوم بن کر ضرب کھائے گا

حسینؓ ابنِ علیؓ کے ساتھ روزِ حشر جائے گا

خدا کا خوف، رغبت دین کی الفت نشۂ دیں کی

قیامت میں صدا بن جائے گی خود دادِ تحسیں کی

درودِ پاک، ذکر اللہ کی کثرت کیے جاؤ

فلاحِ دین و دنیا کی ضمانت یوں لیے جاؤ

تأثراتِ غم

نفس نفس ہے غم نصیبِ زندگی ترے بغیر
الم کدہ ہے کائناتِ سرمدی ترے بغیر

دماغ و دل سے چھن گئی ہے روشنی ترے بغیر
خموش ہے چراغِ علم و آگہی ترے بغیر

حیاتِ عشق و معرفت کی دے رہی ہے جو خبر
وہ نبضِ ذکر و شغلِ دل بھی رک گئی ترے بغیر

ہیں تا حدودِ چشم شوق ظلمتیں ہی ظلمتیں
کہاں گئی تجلئ رخِ نبیؐ ترے بغیر

کٹیں گی کیسے صبح و شام آرزو کی ساعتیں
ابھر رہی ہیں الجھنیں نئی نئی ترے بغیر

محبتوں کا وہ مقامِ اتصال اب کہاں
نظر میں اپنی خود ہیں ہم بھی اجنبی ترے بغیر

عجم کے شیخ، مرشدِ عرب زعیمِ کائنات
کرے گا کون بے کسوں کی دلدہی ترے بغیر

خزاں کی زد پہ آگیا رشیدِ عصر کا چمن
اُجڑ گئی بہارِ باغِ قاسمیؒ ترے بغیر

تری حیات کے نقوش جادۂ حیات ہیں
نہ پاسکا نہ پاسکے گا اب کوئی ترے بغیر

شجاعتِ حسینؓ کو تھا ناز جس کی ذات پر
ہے کون اب وہ جانِ بزمِ احمدی ترے بغیر

بنامِ نسبتِ قوی سکونِ روح کے لئے
کسے پکارتا پھرے گا صابری ترے بغیر

کیا کہوں کیوں قافلہ سالار رخصت ہوگیا

معرفت کا مطلعِ انوار رخصت ہوگیا
ضوفشانِ محفلِ اخیار رخصت ہوگیا

جانِ احمدؐ، نازشِ قلبِ حسینؓ ابنِ علیؓ
فخرِ آلِ سید الابرار رخصت ہوگیا

خوش مزاج و پاک طینت صاحبِ خلقِ رسولؐ
خوش نظر، خوش فکر، خوش گردار رخصت ہوگیا

جس کی مجلس تھی ہم اندازِ صحابائے نبیؐ
وہ سراپا نیک پاک اطوار رخصت ہوگیا

دوستی کا دشمنوں سے بھی کیا جس نے سلوک
وہ مجسم ہمت و ایثار رخصت ہوگیا

کون سمجھائے گا اب ہم کو رموزِ زندگی
زندگی کا محرمِ اسرار رخصت ہو گیا

دیکھتے ہی رہ گئے سب دین کے حلقہ بگوش
سامنے سے رہبرِ دیندار رخصت ہو گیا

جس کو آزادی کا سب کہتے تھے خضرِ اوّلیں
حرّیت کا وہ علمبردار رخصت ہو گیا

کارواں کو حُسنِ منزل کی دکھا کر جھلکیاں
کیا کہوں کیوں قافلہ سالار رخصت ہو گیا

مرکزیّت کا جسے حاصل تھا دنیا میں مقام
وہ محبت کا زعیمِ کار رخصت ہو گیا

جس نے بخشی عقل کو بیداریٔ ذوقِ جنوں
وہ چراغِ دانشِ بیدار رخصت ہو گیا

قاسمؒ و محمودؒ کا لختِ جگر جانِ رشیدؒ
روحِ امدادؒ حیاتِ آثار رخصت ہو گیا

مسجدِ نبوی سے تا فیضانِ گاہِ "دیوبند"
اک مسلسل ابرِ گوہر بار رخصت ہو گیا

زیرِ لب جس کا تبسم تھا شفائے اہلِ دل
وہ مسیحا ہو کے خود بیمار رخصت ہو گیا

گنبدِ خضریٰ کی جالی یاد کرتی ہے جسے!
وہ نظر بازِ جمالِ یار رخصت ہو گیا

تھا سبق آموز جس کا جذبۂ حبِّ وطن
وہ امامِ حلقۂ احرار رخصت ہو گیا

ریشمی رومال کی تحریک کا سرخیلِ عزم
دشمنِ محکومیٔ اغیار رخصت ہو گیا

فرقہ بندی کا مخالف، رزمِ باہم کا عدو
زندگی سے زندگی کا پیار رخصت ہو گیا
صبر کی تلقیں بجا خود ہو گئی ہے آنکھ نم
عمر بھر بھولا نہ جائے گا حسینؒ احمد کا غم

سکونِ زندگانی کا پتہ پانے کہاں جائیں
جگر کے داغ دل کے زخم دکھلانے کہاں جائیں
ترے گیسوئے عرفاں سے جنوں کی جسکو نسبت ہے
بتا روحِ حسینؒ احمد وہ دیوانے کہاں جائیں

مرقدِ شیخؒ

مرقدِ شیخؒ پہ کل رات گیا لے کے جنوں
اضطرابِ دلِ بیتاب تھا محتاجِ سکوں
چاندنی رات، ہوا سرد، فضا نورانی
راحت انگیز ستاروں کی نظر افشانی
محفلِ طور کا انداز نمایاں ہر سو
گل و نسریں سے مہکتا تھا شبستاں ہر سو
پتہ پتہ کی زباں پر تھا درود اور سلام
ہمہ تن گوشِ عقیدت تھا زمانے کا نظام
شاخِ اشجار پہ طاری تھا محبت کا سکوت
گوشہ گوشہ نظر آتا تھا مکمل مبہوت

باصرہ زیب تھے تنویر بداماں آثار
سازِ فطرت پہ "قم اللعلین" کے نغمے بیدار
روح کے کان تھے اور عرشِ بریں کی آواز
جیسے ہوتی ہو فرشتوں میں تہجّدِ کی نماز
عرض کی میں نے کہ اے چشم و چراغِ محمودؒ
اولیاء کے لئے عرفان کی جانِ مقصود
مایۂ نازِ دلِ قاسمِؒ خیرات ہے تو
سر سے پا تک ہمہ تن پیکرِ حسنات ہے تو
خضرِ اربابِ عمل جذبۂ معصوم ترا
آشیاں خیر سے ہے دیدۂ مخدومؒ ترا
بزمِ اخیار کا عنوانِ چراغاں ہو جائے
تیری نسبت جسے حاصل ہو مسلماں ہو جائے

"کنزِ مخفی" سے مزیّن ہے ترا قلب مبیں
رُخِ توحید کا آئینہ تری لوحِ جبیں
سوئے عالم بنگر مرشدِ مے خانۂ ما
بستۂ زلفِ نگاہت دلِ دیوانۂ ما

●

گھرے ہیں مصائب کی تاریکیوں ہیں
بہار آشنایانِ باغِ محمدؐ
ہر اک بلبلِ غم نوا کہہ رہی ہے
اجل نے ــــــ کیا گل چراغِ محمدؐ

۱۳۷۷ھ

خاکپائے امیر الہندؒ
انور صابری

مُرشدِ کامِلُ

اے کہ تیرا مصحفِ رُخ مرکزِ انوار ہے
جانتا ہوں عرشِ عرفاں کا مہ کامل ہے تو

تیری چشمِ مست جامِ بادۂ توحید ہے
جس کا متوالا ہے اَے عالم وہ صاحبدل ہے تو

فی الحقیقت تو فنا فی العشق کی منزل میں ہے
صوفیٔ حق آشنا اللہ سے واصل ہے تو

جو ترا ارشاد ہے، اللہ کا فرمان ہے
نائبِ ختمِ رسُل قرآن کا حامل ہے تو

سالکِ راہِ خدا ہے، خضرِ راہِ معرفت
مظہرِ حق، رہبرِ رہروِ منزل ہے تو

سخت حیرانم کہ در دنیائے عرفاں چیستی ؟

نیستی پیغمبرے لاکن ندانم کیستی ؟

درحقیقت علم و عرفانِ خدا اک ساز ہے

اور تو اس ساز کی کیف آفریں آواز ہے

راہرو اس راہ میں ہیں اور بھی لاکھوں مگر

ان کا جو انجام ہے، تیرا وہی آغاز ہے

ڈالدی جس پر نظر اللہ والا کر دیا

یہ تو ادنیٰ سا تصرّف کا ترے اعجاز ہے

معرفت کے تجھ پہ سب ظاہر ہیں جو اسرار ہیں

کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً کا تجھ پہ روشن راز ہے

مُرشدِ کامِل حسین احمدؒ یقیناً ہے توہیؔ

اے کہ تجھ پر ملّتِ بیضا کو فخر و ناز ہے

دیکھ لے چشمِ حقیقت سے نظر بھر کر مجھے

تیرے قرباں بادۂ عرفاں کا اک ساغر مجھے

نوٹ :- یہ نظم اور دوسری نظمیں رسالہ آفتاب ہدایت ۱۹۴۲ء اور خدام الدین لاہور ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی تھیں جو تواریخ شیخ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں
صابر

...خ الفقر فخری" میں لئے تنویرِ شاہانہ   شہنشاہوں سے بڑھ کر جس کا اندازِ فقیرانہ

...ن باندھے ہوئے سر سے لئے ہاتھوں میں پیمانے   چلو پینے مراد آباد میں ہے پیرِ میخانہ

...ید احمدؒ سے طرزِ خاص تسلیم و رضا سیکھی   نگاہِ حضرتِ محمودؒ سے شانِ وفا سیکھی

...یل اللہ سے مہماں نوازی کی ادا سیکھی   فداکاروں کے چہروں میں بھرا رنگِ فدائیانہ

...رغِ علمِ دیں۔ فخرِ عرب کا زینتِ محفل   جہادِ زندگی کے کارواں کا رہبرِ منزل

...م اللہ کی باریکیوں کا واقفِ کامل   حبیبِ کبریا کے گیسوئے مشکیں کا دیوانہ

...و تازہ ہے گلزارِ مدینہ کی بہار اب بھی   ہے زندہ عہدِ سردارِ اُمم کی یادگار اب بھی

...کھیں جو پی تھی اُس کا آنکھوں میں خمار اب بھی   مسلسل مرکزِ گنجینۂ فیضِ کریمانہ

...آغوشِ زنداں میں بہت پابوس زنجیریں   دبانا چاہتی تھیں عزمِ مستحکم کو تعزیریں

...کئے نہ پائیں سورۂ یوسف کی تفسیریں   بنو ہاشم کی قسمت میں ہے یہ رسمِ قدیمانہ

...ن دردِ دل سے قصرِ استبداد ہل جائے   پریشاں خاطروں کو گوہرِ مقصود مل جائے

...ے دلوں کا غنچۂ اُمید کھل جائے   قدم رکھدے جہاں گلزار ہو جائے وہ دیوانہ

...مازیٔ دینِ محمدؐ عابدِ کامل   جمالِ قل ہو اللہ احد فطرت میں ہے شامل

شبِ خاموش میں کیفِ سجودِ بندگی حاصل
دکھائے روزِ روشن میں کمالاتِ شجاعانہ

اشاروں میں کرے وہ عقدۂ دشوار و لاینحل
لبِ حق گو سے پڑ جائے صفِ اغیار میں ہلچل

حدیثِ مصطفٰےؐ کا رازدارِ کامل و اکمل
سراپا زندگی تصویرِ آئینِ فقیہانہ

غمِ الفت کو سر جاتا ہے مدہوشی کے عالم میں
پکڑ کر دل کو رہ جاتا ہے مدہوشی کے عالم میں

دمِ تقریر کہہ جاتا ہے مدہوشی کے عالم میں
زبانِ مصطفٰےؐ ایں مصطفٰےؐ کے غم کا افسانہ

مسرت کی نویدِ جانفزا ہم کو سنائیگا
شرابِ زندگانی مست ہو ہو کر پلائے گا

گواہی دے رہا ہے میرا دل انور کہ آئے گا
امیر الہند کے ہاتھوں میں آزادی کا پروانہ

سنہ ۱۹۴۲ء میں حضرت شیخ مدنیؒ مراد آباد جیل میں نظر بند تھے
اس زمانے میں شیخؒ کی یاد سے متاثر ہو کر یہ نظم لکھی گئی۔

نذرِ شیخ الاسلام

جادہ شناسِ منزلِ عقبیٰ تمہیں تو ہو
دنیا میں رہ کے تارکِ دنیا تمہیں تو ہو

برسوں دیا ہے مسجدِ نبوی میں درسِ حق
شیخ العرب بدرجۂ اولیٰ تمہیں تو ہو

عزت عجم کو ذاتِ گرامی نے بخش دی
ہندوستاں کے ملجا و ماویٰ تمہیں تو ہو

آزادیٔ وطن کا پڑھایا سبق ہمیں
ہم بےکسوں کے مرکزِ اعلیٰ تمہیں تو ہو

ہے اور کون جس پہ امیدِ کرم رکھیں
خدّام خاکِ پا کا سہارا تمہیں تو ہو

مشہورِ دہر آپ کی مہماں نوازیاں
خلقِ شہِ عرب کا سراپا تمہیں تو ہو

ملتی ہے جس سے راہ خدا کے وصال کی
اس رمزِ معرفت کے شناسا تمہیں تو ہو

تم پر کرے گی روحِ علیؓ ناز حشر تک
جانِ مکینِ گنبدِ خضریٰ تمہیں تو ہو

قاسمؒ کی اور رشیدؒ کی آنکھیں تمہی پہ ہیں
محمودؒ کی نگاہ کا تارا تمہیں تو ہو

انورؔ کہاں حضور کا در جائے چھوڑ کر
جس کا یہ ہے غلام وہ آقا تمہیں تو ہو

صابری بکڈپو دیوبند کی اپنی اور دیگر مطبوعات

نبضِ دوراں

از علامہ انور صابری

یہ صابری صاحب کی منتخب غزلوں کا مجموعہ ہے - قیمت ۳/۵۰

سلام علیک

(از علامہ انور صابری)

یہ صابری صاحب کی کیف آور، وجد آفریں نعتوں کا مجموعہ ہے - قیمت ۵۰ نئے پیسے -

دیوانِ حماسہ

(حاشیہ حضرت مولانا اعزاز علیؒ)

حماسہ کا ایسا جامع حاشیہ کسی نے نہیں کیا پاکستانی ایڈیشن - قیمت بارہ ۱۲ روپے -

کراماتِ صحابہؓ

(مصنفہ حضرت تھانویؒ)

تازہ ایڈیشن

کتابت و طباعت عمدہ مجلد مع ڈسٹکور - ۱/۵۰

حضرت یوسف علیہ السلام

(از مولانا ابوالکلامؒ) قیمت ۲/۲۵

مسئلہ خلافت " " -/۵

اصحابِ کہف " " ۲/۵۰

ولادتِ نبوی " " -/۲

آزاد کی تقریریں " " ۵/۵۰

مولانا آزاد کی تمام پاکستانی اور ہندوستانی تصانیف صابری بکڈپو سے حاصل کریں -

تقاریر امام غزالی - قیمت -/۳

روزے کی فضیلت - از :- مولانا کریم الاحسانی - پچاس نئے پیسے -

آلِ محمد کس بلا میں :-

(از عمر ابوالنصر) -/۳

سیٹھ کی بیٹی :-

(از رازق الخیری) -/۳

صابری بُک ڈپو - دیوبند، ضلع سہارنپور یو-پی

(مطبوعہ محمدی پریس دیوبند)

اچھی کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
صحیح بخاری شریف	۸/-	پیغمبری دعائیں	۱/-	رسول اللہ	۔
مسلم شریف	۱۰/-	درس قرآن	۲/-	مشکل کشا	۲۵
دینی ضروریات	۳/-	دربار رسالت کے فرمان	-/۴۰	جنت کی ضمانت	۔
حیات صدیق اکبر	۳/۵۰	رسول خدا کے اخلاق	-/۵۰	ماہِ رمضان	۷۵
اورنگ زیب عالمگیر	۱/-	قرآنی دعائیں	۱/۲۵	پہلی تقریر سیرت	۷۵
سلطان صلاح الدین	۳/۵۰	کتاب الطہارت	-/۶۲	دوسری "	۵۰
معلومات قرآن	۴/-	معارف ائمہ	۴/-	عرش الٰہی کا سایہ	۲۵
تفسیر سورۂ یسین	۱/-	معجزات النبی	۱/-	صلوٰۃ و سلام	-
معجزات قرآن	۱/-	مدنی زندگی اور غزوات اسلام	۱/۲۵	تقاریر احمد سعید	۷۵
تعلیم خانہ داری	۳/-	نصائح زریں	-/۴۰	شوکت آرا بیگم	-
انتخاب صحاح ستہ	۴/-	ہمارے نبی کی پاک بیبیاں	-/۶۲	تفسیر سورۂ یوسف	۔
میاں بیوی کے حقوق و فرائض	۱/-	جنت کی کنجی	۳/۲۵	" " یونس	۔
پیغمبری دعائیں	۱/-	دوزخ کا کھٹکا	۲/۲۵	" بنی اسرائیل	۔
آخرت کا سفر نامہ	۳/۵۰	خدا کی باتیں	۲/۷۵	" کہف و مریم	
اعمال قرآنی	۱/-	رسول کی باتیں	۲/-	" انبیاء و حج	
اسلامی اخلاق	۱/-	ایمان کی باتیں	۱/۷۵	پیغمبر عالم	
اسلامی آداب	۱/۵۰	قرآن کی باتیں	۱/۵۰	فاطمہ کا چاند	
اسلام کا تبلیغی نظام	۱/۸۰	نماز کی باتیں	۱/۳۷	صحابہ کی انقلابی جماعت	
اچھا خاوند	۱/۲۵	دین کی باتیں	۳/۷۵	اسلام کی بہادر بیٹیاں	
اچھی بیوی	۱/۲۵	پردہ کی باتیں	۱/۲۵	وفات النبی	

ہر قسم کی مطبوعات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں

صابری بکڈپو۔ دیوبند۔ یوپی (انڈیا)